قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم

ارشاد نبوی: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں ان میں جس کی اقتدا کرو گے راہ حق پر رہو گے

تذکرہ سیدنا

حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور

حضرت عبداللہ ابن اُمِّ مکتوم

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfb

رضی اللہ تعالیٰ عنہما

جس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی سادہ
سلیس اردو زبان میں معتبر کتابوں سے اخذ کر کے لکھے گئے ہیں

نیز آخر میں بارگاہ نبوی ﷺ کے دوسرے مؤذن حضرت ابن ام مکتوم کے احوال بھی درج کئے ہیں

مؤلف

مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ

زمزم پبلشرز

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
❖ دیباچہ	۵
❖ حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷
❖ فضائل	۸
❖ اسلام قبول کرنے پر مصیبتیں سہنا	۹
❖ آزادی	۱۲
❖ ہجرت	۱۳
❖ مواخات	۱۴
❖ غزوۂ بدر میں شرکت اور امیہ بن خلف کا قتل	۱۵
❖ اذان کی ابتدا اور حضرت بلالؓ کا مؤذن مقرر ہونا	۱۶
❖ اعلان عام کی خدمت	۲۳
❖ ایک سفر کا عجیب واقعہ	۲۸
❖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچہ کی ذمہ داری	۳۲
❖ بھوک برداشت کرنا	۳۶
❖ مصاحبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم	۳۷
❖ سکونت شام	۴۳
❖ شادی	۴۵

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

عنوان صفحہ

❖ شام سے ایک بار مدینہ آنا ۴۶
❖ وفات ۴۷
❖ حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۴۹
❖ خدمت اذان ۵۰
❖ سورۂ عبس کا نزول اور حضرت ابن ام مکتومؓ کا اعزاز ۵۲
❖ خلافت اور امامت ۵۴
❖ شوق جہاد اور شہادت ۵۴

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ط

حضرت بلال بن رباح حبشی رضی اللہ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں۔ مکہ میں مسلمان ہوئے اور اسلام قبول کرنے پر بڑی بڑی تکلیفیں کافروں نے ان کو پہنچائیں جن کا انہوں نے جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ان کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ ان کے ایک بھائی (خالد) اور ایک بہن (غفیرہ) کا تذکرہ بھی معتبر کتابوں میں ملتا ہے۔ ان کا آبائی وطن حبشہ تھا اسی لئے ان کو حبشی کہتے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن اور ہر وقت حاضر خدمت رہنے والے تھے ان کے سپرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کا انتظام بھی تھا۔ محدث حاکمؒ اور حافظ ابو نعیمؒ نے ان کو اصحاب صفہ میں بھی شمار کیا ہے۔ اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر اور دوسرے تمام جہادوں میں شریک رہے سب سے پہلے انہوں نے ہی اذان دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک اس عالم میں تشریف فرما رہے مسجد نبوی کے مؤذن رہے۔ ان کی

بڑی بڑی فضیلتیں حدیث کی کتابوں میں آئی ہیں۔ مکہ میں ایک عورت کے غلام تھے۔ اسی حالت میں اسلام قبول کیا اور مشرکین مکہ نے اسلام قبول کرنے پر سخت ترین سزائیں دیں جن کا تذکرہ ہم ابھی کریں گے۔ ان کے دُکھ اور مصیبت کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خرید کر ان کو آزاد کر دیا۔ (حلیۃ الاولیا)

فضائل

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (دین حق کے بارے میں) سبقت لے جانے والے (اور آگے بڑھ جانے والے) چار ہیں۔ میں عرب میں سے سبقت کرنے والا ہوں اور صہیب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) روم سے۔ سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فارس سے اور بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حبشہ سے۔ (حلیۃ الاولیا)

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز فجر کے وقت فرمایا کہ اے بلال مجھے بتاؤ کہ تم نے اسلام قبول کرنے کے بعد ایسا کون سا عمل کیا ہے جس (کی قبولیت) کے متعلق دوسرے اعمال سے زیادہ امید رکھتے ہو کیونکہ میں نے جنّت میں تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے تو کوئی کام ایسا نہیں کیا جو اور باقی تمام اعمال سے زیادہ امید دلانے والا ہو۔ (البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ) بیشک رات میں یا دن میں جب کبھی بھی میں نے وضو کیا

تو اس سے اپنے مقدر کی (کچھ نہ کچھ نفل) نماز (تحیۃ الوضو) ضرور پڑھی۔

(بخاری و مسلم)

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہذا۔ (صفۃ الصفوۃ)

اسی عمل کی وجہ سے تم کو یہ رتبہ ملا۔

دوسری روایت میں ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے ایک آہٹ سنی۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بلال ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس واقعہ کو یاد کیا کرتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے جنت میں ان کی آہٹ سنی تو (خوشی کی وجہ سے) رو دیا کرتے تھے۔ (استیعاب)

حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ "ابوبکر سیدنا اعتق سیدنا" (یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سردار ہیں۔ انہوں نے ہمارے سردار بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (خرید کر) آزاد کیا)۔ (مشکوٰۃ شریف)

حلیۃ الاولیا میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سید المؤذنین فرمایا۔

اسلام قبول کرنے پر مصیبتیں سہنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ اوّل

سات حضرات نے اپنا اسلام ظاہر کیا تھا۔

1. حضور فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم،
2. ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
3. عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
4. اور ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا،
5. صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
6. بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
7. مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

(ان سب کو مشرکین مکہ نے پوری طرح ایذا دینے اور ان پر ظلم کے پہاڑ توڑنے کا ارادہ کیا) سو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے چچا ابوطالب کے ذریعے دشمنوں سے بچایا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی قوم کے ذریعہ محفوظ رکھا اور باقی سب کو مشرکین نے پکڑ کر لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈالا اور اس طرح ان کو عذاب دیا۔

(الاستیعاب)

یہ حضرات زرہیں پہنے ہوئے دھوپ میں پڑے رہتے تھے اور دھوپ کی تیزی کے علاوہ لوہے کی زرہ گرم ہو جاتی تھی تو بے انتہا تکلیف ہوتی تھی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیہ بن خلف کافر دوپہر کے وقت سخت گرمی میں تپتی ہوئی پتھریلی زمین پر الٹا کر سینہ پر پتھر کی ایک بھاری چٹان رکھوا دیتا تھا اور ان سے یوں کہتا تھا:

﴿لا تزال ھکذا حتی تموت و تکفر بمحمد (صلی اللہ علیہ وسلم) و تعبد اللات والعزیٰ﴾

"تو اسی طرح پتھر میں دبا پڑا رہے گا حتی کہ تجھے موت آجائے یا (دین اسلام کو چھوڑ کر اور) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ماننے سے انکار کر کے لات و عُزّٰی کو پوجنے لگے۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کافر کا صرف یہ ایک جواب دیتے جاتے تھے کہ اَحَدٌ اَحَدٌ یعنی معبود برحق ایک ہی ہے اسے چھوڑ کر لات و عُزّٰی کو نہیں پوج سکتا۔

اللہ کے اس بلند ہمت بندہ کو صرف یہی نہیں کہ تپتی زمین پر لٹا کر پتھر کی چٹان سے دبا دیا جاتا تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کیا جاتا تھا کہ ان کو مکہ کے شریر لڑکوں کے حوالہ کر دیا جاتا تھا جو ان کی گردن میں رسی ڈال کر چکر دیتے پھرتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی وہی رٹ لگائے جاتے تھے کہ اَحَدٌ اَحَدٌ معبود برحق ایک ہی ہے۔

(الاصابہ والبدایہ والاستیعاب)

دن بھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ستایا جاتا اور تپتی زمین میں لٹا کر اوپر سے ان پر پتھر رکھ کر برا حال کر دیا جاتا تھا اور پھر رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے تھے اور اگلے دن پھر گرم زمین پر لٹا کر اس عاشق مولیٰ کے بدن کے زخموں کو اور زیادہ زخمی کیا جاتا تھا، حضرت بلال

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سزا دینے کے لئے کئی شخص تھے۔ ایک تھک جاتا تھا تو دوسرا سزا دینے لگتا تھا، کبھی ابو جہل کا نمبر آتا، کبھی امیۃ بن خلف کا اور کبھی ان کے سوا دوسرے لوگ سزا دینے لگتے تھے اور ہر شخص ان کو اتنی سزا دیتا تھا کہ اپنا زور ختم کر دیتا تھا۔ (حکایات صحابہؓ)

آزادی

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تکلیف دیکھی نہ جاتی تھی ایک روز جب کہ امیۃ بن خلف اور اس کے ساتھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مار پیٹ رہے تھے، اس طرف کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گذر ہوا اور انہوں نے امیۃ بن خلف سے کہا تجھے خدا کا خوف نہیں آتا؟ اس مسکین کے ساتھ کب تک یہ ستم ڈھاتا رہے گا۔ یہ سن کر امیۃ بن خلف نے کہا تو نے ہی اس کو بگاڑا لہذا اب تو ہی اسے چھڑا دے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہاں میں ان کو چھڑا لوں گا میرے پاس ایک سیاہ فام غلام ہے جو ان سے بہت زیادہ طاقتور بھی ہے اور تیرے دین (شرک) پر جما ہوا ہے اسے ان کے بدلہ دیدوں گا۔ امیہ بن خلف نے کہا مجھے منظور ہے۔ (حلیۃ الاولیا)

لہذا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس غلام کے بدلے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا اور ہجرت سے پہلے انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا چھ غلام اور خرید کر آزاد کئے جو اسلام

قبول کرنے پر مارے پیٹے جاتے تھے۔

(ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس عورت کے غلام تھے اس نے ان کا معاملہ امیہ بن خلف کے سپرد کر رکھا تھا۔ اس نے وکیل بن کر اس عورت کی طرف سے معاملہ کر لیا)

ہجرت

آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مشرکین مکہ کو دین اسلام کی دعوت دی اور توحید خداوندی کی طرف بلایا تو مکہ والے آپ کے دشمن ہو گئے اور طرح طرح سے آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو ستانے لگے ناچار و مجبور ہو کر حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے آپ کی اجازت سے مدینہ منورہ کو ہجرت شروع کر دی۔ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس (مدینہ منورہ) مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے۔ وہ دونوں قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے کچھ دن کے بعد عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تھے پھر ان کے بعد بیس صحابیوں میں شامل ہو کر عمر (بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آئے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ (جمع الفوائد ج ۲ ص ۳۲)

مدینہ شریف کا نام پہلے یثرب تھا اور اس میں وبا بہت رہتی تھی، جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار آگیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ ماجرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ جیسے ہم کو مکہ محبوب تھا ایسے ہی ہم کو مدینہ محبوب بنادے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہم کو مدینہ کی محبت دے۔ اے اللہ اس کی آب ہوا صحت و تندرستی والی بنادے اور اس کے مد اور صاع میں ہمارے لئے برکت دے (مد اور صاع پیمانوں کے نام تھے) اور اس کے بخار کو یہاں سے اٹھا کر حجفہ میں منتقل فرمادے۔ (جمع الفوائد ج ا ص ۲۰۰)

مواخات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں مواخات قائم فرمادی تھی۔ یعنی دو دو آدمیوں کو آپس میں ایک دوسرے کا خصوصی غمگسار اور ہمدرد و خیر خواہ بنادیا تھا۔ یوں تو سب ہی آپس میں دینی بھائی تھے اور ایک دوسرے کے شریک غم اور ہمدرد تھے لیکن اس وقت کے تقاضے کچھ ایسے ہی تھے کہ دو دو آدمیوں میں خصوصی تعلق قائم کر کے خصوصی ہمدردی کا رابطہ پیدا کرنا ضروری تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی بھائی بنادیا تھا اور بعض اہل سیر کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

بھائی حضرت ابورویحہ خشعمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا تھا۔ (استیعاب)

غزوۂ بدر میں شرکت اور امیہ بن خلف کا قتل

مکہ معظمہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مدینہ شریف کو ہجرت کی تو ہجرت کے اگلے سال جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس جنگ میں دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح شرکت فرمائی۔ مشرکین مکہ کے بڑے بڑے سردار جو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے اور جنہوں نے مسلمانوں کو مکہ سے نکال کر دم لیا تھا اور حضرت بلال و عمار و خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے تھے اس جنگ میں مارے گئے۔ ابوجہل اور امیہ بن خلف جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سخت سزا دیا کرتے تھے دونوں جہنم رسید ہوئے۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے امیہ بن خلف کو جنگ بدر میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔ استیعاب میں لکھا ہے کہ امیہ بن خلف قتل ہو گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا۔

هنيئا زادک الرحمٰن خيرا
فقد ادرکت ثارک يا بلالٔ

ترجمہ: "مبارک ہو اے بلال! اللہ تمہیں اور خیر عنایت فرما

دے تم نے اپنا انتقام لے لیا۔“

امیہ بن خلف کو ڈر تھا کہ میں کہیں قتل نہ ہو جاؤں جس کی وجہ خاص یہ تھی کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو خبر دی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ تجھے (بواسطہ یا بلاواسطہ) قتل کریں گے۔ یہ بات امیہ بن خلف نے گرہ باندھ لی اور جنگ میں شریک ہونے سے بچنے کی کوشش کی مگر ابوجہل اس کو اصرار کر کے لے گیا اور آخر دونوں اپنی شقاوقت اور بدبختی کے انجام کو پہنچے۔ (جمع الفوائد)

خدا کی شان ایک دن وہ تھا کہ مکہ والے مٹھی بھر بے بس مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھاتے تھے اور ایک دن وہ بھی آگیا جب کہ ان کے پٹنے والوں کے ہاتھوں سے کفر کے سرغنے اور اسلام و مسلمانوں کو مٹانے کے ارادے رکھنے والے قتل ہوئے۔ حق کے چمکانے کی کوشش کرنے والوں کی جیت ہوئی اور باطل والوں کی کوششیں فیل ہو گئیں۔ پھر ایک دن وہ بھی آیا کہ مسلمانوں نے مکہ فتح کیا اور جس شہر کو اس لئے چھوڑ گئے تھے کہ وہاں ان کے لئے پناہ نہ تھی۔ اس شہر پر قابض ہوئے اور بالآخر اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حق پر جمنے والوں کی مدد فرماتے ہیں صبر و استقامت، ہمت، قربانی تعلق مع اللہ ہونا چاہئے۔

اذان کی ابتدا اور حضرت بلال رضؓ کا مؤذن مقرر ہونا

٢ھ میں اذان شروع ہوئی۔ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن

مقرر ہوئے اور سفر و حضر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ موٴذن رہے۔

اذان شروع ہونے کا مفصّل واقعہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر ہوا کہ سب کو جماعت کی نماز کے لئے بلانے کی کوئی تدبیر کی جائے (لہٰذا اس سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا اور مختلف تجویزیں پیش کی گئیں جن میں سے) ایک یہ رائے پیش ہوئی کہ نماز کے وقت (ایک بہت اونچا) جھنڈا کر دیا جایا کرے جسے دیکھ کر لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مسجد میں بلالیا کریں اور اس طرح سب جمع ہو جایا کریں۔ لیکن یہ تجویز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آئی۔ دوسری تجویز یہ پیش ہوئی شبور بجا دیا جایا کرے (جو سینگ سے بنا ہوا بگل کی طرح ہوتا ہے اور) جسے یہودی بجا کر آپس میں اپنے گرجوں میں جمع ہوتے ہیں، لیکن یہ رائے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہ فرمائی ارشاد فرمایا کہ:

﴿ھذا من امر الیھود﴾

"یہ تو یہودیوں کی چیز ہے۔"

تیسری تجویز یہ پیش کی گئی کہ دو لکڑیاں رکھ لی جائیں جن کو نماز کے وقت ایک دوسری میں مارا جائے اور اس کی آواز سے سب جمع ہو جایا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہ فرمایا اور پہلی تجویز پر جو اشکال فرمایا تھا وہی اس پر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ:

﴿ھو من امر النصاری﴾

"یہ تو عیسائیوں کی چیز ہے۔"

تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی فکر میں تھے کہ کچھ بات طے ہو جائے لیکن بہت زیادہ فکر مند حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ تھے۔ وہ مجلس برخاست ہونے پر (مسجد میں) سو گئے اور ان کو اذان کے کلمات خواب میں سکھائے گئے۔ صبح ہوئی تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں کچھ سوتا اور کچھ جاگتا ہوا تھا، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص آیا جو دو سبز کپڑے پہنے ہوئے ہے۔ اس نے قبلہ رو کھڑے ہو کر یہ الفاظ زور زور سے پکار کر پڑھ دیئے (اس کے بعد راوی نے اذان کا الفاظ کر گئے) ان الفاظ کو پکار پکار کر پڑھا۔ اور اس کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر دوبارہ ان ہی الفاظ کو پڑھا۔ اور قد قامت الصلوۃ کا اضافہ کر دیا۔ مجھے اپنا یہ خواب خوب اچھی طرح یاد ہے (لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے گا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں گے ورنہ میں یہ کہنے کو تیار ہوں کہ میں نے یہ ماجرا سوتے میں نہیں بلکہ جاگتے میں دیکھا ہے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اراک اللّٰہ خیرا (اللہ نے تم کو اچھا خواب دکھایا ہے) دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ انھا لرؤیا حق انشاء اللّٰہ (انشاء اللہ یہ خواب حق ہے۔)

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تم بلال کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور جو الفاظ تم کو خواب میں بتائے گئے بلال کو بتاتے جاؤ

وہ پکار پکار کر کہتے جائیں۔ کیونکہ ان کی آواز تمہاری آواز سے بلند ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور ان کو اذان کے کلمات بتاتا رہا۔ (جو خواب میں سنے تھے) اور وہ زور زور سے باآواز بلند ان کو پڑھتے رہے۔ جب اذان کی آواز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی تو اپنے گھر سے نکل کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور (ایسی جلدی میں آئے کہ چادر بھی نہ سنبھال سکے) چادر گھسیٹتے ہوئے آکر عرض کیا کہ:

﴿یا رسول اللّٰہ و الذی بعثک بالحق لقد رأیت مثل ما اری﴾

"اے اللہ کے رسول قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ میں نے بھی بعینہٖ وہی (خواب) دیکھا ہے جو عبداللہ بن زید کو دکھایا گیا ہے۔"

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فللّٰہ الحمد فذالک اثبت (اللہ کے لئے تمام تعریف ہے کہ اس نے ہمارے مشوروں سے بہتر طریقہ بتادیا اور) تمہارے خواب سے یہ بات اور پکی ہو گئی کہ عبداللہ کا خواب حق ہے۔ (از جمع الفوائد و مشکوٰۃ شریف)

انصار کا خیال تھا کہ عبداللہ بن زید اس وقت بیمار تھے اگر وہ بیمار نہ ہوتے تو رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی کو مؤذن مقرر فرماتے۔

(ملتقط من سنن ابی داؤد والترمذی)

اس وقت کا ظاہری سبب حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری بھی ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے حضرت عبداللہ کے بجائے (حضرات انصار کے خیال کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤذن مقرر ہوئے۔ لیکن ایک بات یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سید المؤذنین اور اپنے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن اس احد احد کی پکار کے صلہ میں بنایا جسے وہ پتھریلی گرم زمین پر چٹان کے نیچے دبے ہوئے اور کوڑے کھاتے ہوئے محبوب حقیقی کی محبت کے نشہ میں رٹا کرتے تھے۔ یہ عہدہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو نصیب ہوا جس کے لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حسرت کے طور پر فرمایا کرتے تھے:

﴿ندمت ان لا اکون طلبت رسول اللّٰہ تعالٰی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیجعل الحسن و الحسین موذنین﴾

(جمع الفوائد)

"میں پچھتاتا ہوں کہ کاش رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر کے حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مؤذن مقرر کرا دیتا۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے مدینہ منورہ میں آپ کے مؤذن رہتے اور سفر میں بھی آپ کے

ساتھ جانے اور نماز کا وقت آنے پر اذان پڑھتے تھے۔ بہت کم کبھی ایسا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف فرما ہوں اور نماز کے وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کسی نے اذان دی ہو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لے جاتے تھے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساتھ ہوتے تھے اور نماز کے وقت اذان پڑھ دیتے تھے۔ جس سے وہاں کے آس پاس کے رہنے والوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ آج اس مسجد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ مسجد قبا میں تشریف لے گئے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ نہ تھے۔ لہذا حضرت سعد القرظ نے اذان دیدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میرے ساتھ بلال کو نہ دیکھو تو اذان دیدیا کرو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں انہوں نے تین بار اذان دی۔ (جمع الفوائد عن سعد القرظ)

ایک مرتبہ حضرت زیاد بن الحارث الصدائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے فجر کی اذان پڑھی (غالباً اس وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں قضائے حاجت وغیرہ کے لئے تشریف لے گئے ہوں گے) جب نماز کھڑی ہونے لگی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حسب دستور جیسا کہ ہمیشہ اپنی اذان کے بعد اقامت کہا کرتے تھے اس مرتبہ بھی) اقامت کہنے کا ارادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

﴿ان اخا صداء قد اذن و من اذن فهو يقيم﴾ (ابوداؤد ترمذی)

"بلاشبہ صدا کے قبیلہ والے (حارث) نے اذان پڑھی ہے اور جو اذان پڑھے وہی اقامت کہے۔"

فجر کی اذان حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبیلہ بنی النجار کی ایک عورت کے گھر پر چڑھ کر دیا کرتے تھے جو مسجد سے بالکل ملا ہوا تھا. سحری کے وقت سے آکر اس کی چھت پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور وقت کا انتظار کرتے رہتے جب وقت ہو جاتا تھا تو بدن میں چستی لانے کے لئے انگڑائی لیتے تھے اور یہ دعا مانگ کر اذان دیتے تھے۔

﴿اللهم انى احمدك واستعينك على قريش ان يقيموا دينك﴾

"اے اللہ میں تیری تعریف کرتا ہوں اور چاہوں کہ تو اس بات کا معین بن جائے کہ قریش تیرے دین کو قائم کریں۔"

اس کی روایت کرنے والی عورت (جن کے گھر کی چھت پر اذان دیا کرتے تھے) فرماتی ہیں۔ کسی روز بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دعا نہیں چھوڑی۔ (ابوداؤد)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جب تم اذان پڑھو تو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو اور جب اقامت کہو تو جلدی جلدی کہا کرو اور اپنی اذان اور اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ رکھو

کہ کھانے والا کھانے سے اور پینے والا پینے سے اور قضائے حاجت کرنے والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے اور یہ بھی فرمایا کہ جب تک مجھے (حجرہ سے آتا ہوا) نہ دیکھ لو کھڑے مت ہوا کرو۔ (ترمذی شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اذان پڑھتے وقت اپنی (شہادت کی) انگلیاں کانوں میں دے لیا کرو اس سے آواز بلند تر ہوگی۔ (ابن ماجہ)

تنبیہ: ایک بات یہ مشہور ہو گئی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان میں اَشْھَدُ کی جگہ اَسْھَدُ (چھوٹے سین سے) کہتے تھے بات غلط ہے۔

(موضوعات کبیر از ملا علی قاریؒ)

اعلان عام کی خدمت

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دے کر نماز کے لئے بلانے کے داعی تھے اور دوسرے موقعوں میں بھی جب ضرورت پڑتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دیگر امور کا اعلان بھی فرماتے تھے جہاد کے موقعہ پر جب دشمن ہار جاتے اور دشمنوں کا مال غنیمت بن جاتا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈیوٹی تھی کہ لشکر میں زور سے پکار کر آواز دیتے تھے کہ جو مال جس کے ہاتھ لگا ہو لے آئے چنانچہ سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سارا مال حاضر کر دیتے تھے جس میں سے آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

پانچواں نکال لیتے تھے اور (اس کے بعد باقی مال کو) تقسیم فرما دیتے تھے۔

(قرآن شریف کے دسویں پارے کے شروع میں ہے کہ جان لو جو کچھ تم کو مال غنیمت کسی چیز سے ملے اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور (رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے) قرابت والوں کے لئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے۔ یہ پانچواں حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت سے نکال کر ان مواقع میں خرچ فرمایا کرتے تھے جن کا ذکر اوپر ہوا اور باقی چار حصوں کو مجاہدین پر تقسیم فرما دیا کرتے تھے حنفیہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پانچویں حصہ کے پانچوں مصرفوں میں سے صرف تین مصرف باقی ہیں۔ یعنی اب پانچواں حصہ بس مسافروں محتاجوں اور یتیموں پر خرچ ہو سکتا ہے)

ایک روز (ایسے موقعہ پر) یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب منادی ہو جانے کے بعد بالوں سے بنی ہوئی ایک لگام لے کر آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ غنیمت کے مال کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منادی تین مرتبہ سنی تھی؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں سنی تھی! فرمایا تم اس وقت لے کر کیوں نہ آئے (اب سب کو مال تقسیم ہو چکا۔ پانچواں حصہ سارے مال سے نکال لیا گیا۔ مجاہدین ادھر ادھر چلے گئے اس کی تقسیم کیونکر ہو) یہ سن کر انہوں نے کچھ معذرت ظاہر کی (کہ اس وقت فلاں مجبوری کے باعث نہ لا سکا تھا) آپ نے فرمایا میں ہرگز نہیں لوں گا۔ قیامت کے روز اسے خود ہی

لے کر آئیو۔ (جمع الفوائد ج ۲ ص ۱۵)

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس لئے سخت جواب دیا کہ حقوق العباد کا معاملہ بڑا سخت ہے۔ خصوصاً ان چیزوں کا معاملہ بہت اہم ہے جو مشترک یا وقف کی ہوں کیونکہ اس میں حق رکھنے والے بہت ہوتے ہیں۔ کس کس سے معافی مانگی جائے اور کس کس کا حق ادا کیا جائے۔ آج کل وقف کے مال میں ناحق تصرف کرنے کا بڑا رواج ہو گیا ہے۔ مدرسوں اور مسجدوں کی چیزیں استعمال کرنے میں ذرا نہیں جھجکتے ہیں۔ ایسے لوگ اس حدیث پر خصوصیت سے غور کریں)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ہم (صحابہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ اس غزوہ میں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ جب لڑائی کا موقعہ آیا اور دشمنوں سے مڈبھیڑ ہوئی اس شخص نے جنگ میں خوب ہی حصہ لیا اور اس کے جسم میں کافی زخم آ گئے۔ ایک صاحب نے اس کا یہ حال دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس کے بارے میں آپ نے دوزخی ہونے کی خبر دی اس نے اللہ کی راہ میں خوب ہی جنگ لڑی ہے اور اس کے جسم میں بہت ہی زخم آ گئے ہیں۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوبارہ بڑے یقین کے ساتھ وہی) فرمایا کہ خبردار وہ دوزخی ہے۔ اس شخص کی بہادری کے جوہر دیکھ کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مکرر سن

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

کر کہ وہ دوزخی سے قریب تھا کہ بعض لوگ ارشادِ نبوی کے سچ ہونے میں شک کرنے لگیں لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بھلا کیونکر سچ نہ ہوتی؟ آخر وہی ہوا جو آپ نے فرمایا اور واقعہ یہ پیش آیا کہ اس شخص کو جب زخموں کی تکلیف زیادہ پہنچی تو اس نے ترکش سے تیر نکال کر اپنے حلق پر چلا کر خودکشی کر لی۔ یہ دیکھ کر حاضرین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں دوڑے آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سچی کر دی۔ اس شخص نے خود کو ذبح کر لیا۔ یہ سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْھَدُ اَنِّی عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ" (اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔)

پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال کھڑے ہو کر اعلان کر دو کہ جنت میں مؤمن کے سوا کوئی داخل نہ ہوگا اور (یہ بھی اعلان کر دو کہ) بلاشبہ اس دین کی تائید (وتقویت) اللہ تعالیٰ بدکار آدمی کے ذریعہ بھی کر لیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ بخاری شریف)

(اللہ اکبر کس قدر عبرت انگیز ہے یہ حقیقت کہ دین کی تائید و تقویت بدکار آدمی کے ذریعہ بھی ہو سکتی ہے۔ وہ حضرات جو کسی بھی طریقہ سے دین کا کام کرتے ہیں اپنے ایمان و اخلاص کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ کہیں برے آدمیوں میں تو ہم نہیں ہیں۔ یہ سمجھنا کہ چونکہ ہماری کتابوں سے بہت دین کی اشاعت ہو رہی ہے یا ہماری تبلیغ اور ہمارے سلسلۂ ارشاد سے بہت فیض

پہنچ رہا ہے اس لئے مقبول بارگاہ الٰہی میں اور بخشے بخشائے ہیں قابل غور ہے۔ ہمہ وقت خطرہ پیش نظر رہنا چاہیے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک صاحب دیہات کے رہنے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے (رمضان کا) چاند دیکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہو؟ عرض کیا جی ہاں! دوبارہ آپ نے سوال فرمایا کیا یہ (بھی) گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ جی ہاں! اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بلال منادی کردو لوگ صبح کو روزہ رکھیں۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم)

(اس حدیث پاک سے صاف ظاہر ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دینے والے صاحب کے مؤمن ہونے کا پتہ چلا لیا۔ تب چاند ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ کل سے روزہ رکھنے اعلان کر دیں۔ عموماً ہر سال ایسے واقعات پیش آتے رہتے ہیں کہ ریڈیو اور تاری خبروں پر چاند ہو جانے کا فتویٰ دینے پر عوام علماء سے اصرار کرتے ہیں اور علماء حق بغیر شہادت عینی کے جو شرعاً معتبر ہے فتویٰ دینے سے گریز کرتے ہیں ان حضرات کی قدامت اور حق پر استقامت جدت پسند مضمون نگاروں اور صحافیوں کو بہت ناگوار گذرتی ہے اور علماء کے خلاف مضامین اور اداریے لکھ مارتے ہیں۔ اول تو یہ بات ہر ذی عقل کے

لئے قابل غور ہے کہ اس ترقی کے دور میں بھی کوئی گواہی کورٹ اور کچہری میں ٹیلیفون تار اور خط و ریڈیوں کے ذریعہ معتبر نہیں ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا آدمی ہو جب تک کورٹ میں حاضر ہو کر گواہی نہ دے گا ہرگز اس کی گواہی معتبر نہ ہوگی پھر جب کہ چاند کا ثبوت شہادت پر موقوف ہے تو اس کے لئے مفتی کے سامنے ہو کر گواہی دینے کو کیوں ضروری قرار نہیں دیتے؟ دوسری بات یہ ہے کہ ریڈیو سے بولنے والے اور تار گھر میں تار روانہ کرنے کی خدمت انجام دینے والے کا مسلمان ہونا یقینی نہیں ہوتا بلکہ اکثر ممالک میں تو اس کے غیر مسلم ہونے کا یقین ہوتا ہے پھر اس پر کیونکر فتویٰ دیا جائے اگر چاندی کی خبر اور شہادت لانے والے کے لئے مسلمان ہونا ضروری قرار دینا برا جانتے ہو تو مولانا صاحبان اس کو کیا کریں وہ تو رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل کے پابند ہیں دیکھ لو آپ نے شاہد کے مسلمان ہونے کا یقین فرمانے کے بعد فتویٰ دیا۔ منہ عفا اللہ عنہ)

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

ایک سفر کا عجیب واقعہ

ایک مرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو سفر کرتے کرتے صبح صادق ہونے سے پہلے مکہ معظمہ کے قریب جنگل میں پورے قافلہ کے ساتھ قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز فجر کے واسطے جگانے کے لئے مقرر فرما دیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جگانے کے بھروسہ سب

سو گئے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسا نیند کا غلبہ ہوا کہ بلا اختیار بیٹھے بیٹھے ان کی بھی آنکھ لگ گئی۔ جب سورج نکل آیا تو سب جاگ اٹھے اور (نماز فجر قضا ہو جانے کی وجہ سے) گھبرائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی سواریوں پر سوار ہو کر یہاں سے چل پڑو اور اس جنگل کو چھوڑ دو کیونکہ یہاں شیطان ہے (جس کی شرارت سے ہماری نماز قضا ہوئی) چنانچہ سب سوار ہو کر چل دیئے اور جب اس جنگل سے نکل کر آگے بڑھ گئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ سواریوں سے اتر کر وضو کرو اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان دینے یا اقامت کہنے کا حکم فرمایا اور نماز فجر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء پڑھائی چونکہ حاضرین نماز قضا ہو جانے کی وجہ سے بہت پریشان ہو رہے تھے اس لئے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا کہ:

> "اے لوگو! بیشک اللہ نے ہماری روحیں اپنے قبضہ میں کر لی تھی، اور اگر وہ چاہتا ان کو ہماری طرف اس وقت کے علاوہ (اس سے پہلے یا بعد) واپس فرماتا. پس جب تم میں سے کوئی شخص اس طرح سوتا رہ جائے کہ نماز کا وقت نکل جائے یا نماز کی طرف سے بھول ہو جائے (اور) پھر نماز (جاتے رہنے کی وجہ سے ادا کرنے) کی طرف گھبراہٹ والی توجہ ہو جائے (جس کی مؤمن سے امید ہے) تو اس کو اسی طرح پڑھ لے جیسا کہ

اس کو اس کے وقت پر پڑھتا تھا۔"

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بیشک شیطان بلال کے پاس آگیا وہ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے شیطان نے (اپنی تدبیر سے) ان کو لٹا دیا پھر ان کو تھپکتا رہا جیسے بچہ کو (سلانے کے لئے) تھپکی دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو گئے پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا (اور ان سے حقیقت حال معلوم کرنے کے سلسلہ میں گفتگو ہوئی) تو انہوں نے وہی بات بتائی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی (یعنی شیطان کا سلانا اور تھپکی دیتے رہنا) چونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سننے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقت حال بطور معجزہ ظاہر فرما دی تھی اس لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ساختہ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ بول اٹھے، یہ پوری روایت مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ موطا مالک" نقل کی ہے۔ ابوداؤد شریف میں اس واقعہ کو مزید تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس میں بعض باتیں موطا کی روایت سے زیادہ ہیں اس میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تھے اور آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال فرمایا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا اخذ بنفسی الذی بنفسک یا

رسول اللہ بابی انت وامی (اے اللہ کے رسول میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میری جان کو اسی ذات پاک نے اپنے قبضہ میں کر لیا جس نے آپ کی جان کو قبضہ میں کیا۔ میرا نہ جاگنا اپنے اختیار سے نہ تھا۔)

ایک روایت میں ہے کہ حضرات صحابہ گھبرا کر آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ نماز کے بارے میں ہم سے قصور ہو گیا۔ ان کی بات سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقین جانو سوئے رہ جانے میں قصور نہیں ہے۔ قصور جاگتے ہی میں ہے پس جب تم میں سے کوئی نماز کا ادا کرنا بھول جائے، یا سوتے میں نماز رہ جائے تو جس وقت آیا آئے اس نماز کو پڑھ لے۔

اس قصہ سے بہت سے مسائل وفوائد معلوم ہوئے:

① نماز کے لئے جاگنے کا اہتمام کر کے سونا چاہئے کسی کو جگانے کے لئے مقرر کر کے یا جس طرح موقعہ ہو۔

② جب نماز کا وقت نکل جائے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ جس وقت کی نماز قضا ہوئی ہو دوسرے روز یا اس کے بعد خاص اسی وقت میں مثلاً فجر کی فجر میں پڑھے بلکہ قضا نماز کا وہی وقت ہے جس وقت یاد آ جائے اور پڑھنے کا ارادہ کر لے (بشرطیکہ اس وقت سورج چھپتا اور نکلتا نہ ہو اور زوال کا وقت نہ ہو)

③ چند آدمیوں کی نماز قضا ہو گئی تو اس کو بھی جماعت سے پڑھنا چاہئے اور اس کے لئے اذان واقامت بھی ہے (تفصیل اس مسئلہ کی فقہ کی بڑی کتابوں میں میں ہے)

② نماز قضا ہونا معمولی بات نہیں ہے۔ ایک مؤمن کی شان یہ ہے کہ جب نماز قضا ہو جائے تو اس کو بڑی پریشانی اور گھبراہٹ لاحق ہو جانا چاہئے جیسا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھبرا گئے اور جب کہ بلا اختیار سوئے رہ جانے پر خاصان خدا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا اٹھے تو قصداً جو نماز ترک کر دے اس کی پریشانی اور پشیمانی اور گھبراہٹ تو بے انتہا ہونی چاہئے۔ انہ لا تفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ۔

آنحضرت ﷺ کے خرچہ کی ذمہ داری

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے مؤذن بھی تھے اور آپ کے خازن بھی۔ کوئی ضرورت مند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تو آپ اس کی ضرورت پوری کرنے کے لئے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرما دیتے تھے۔ وہ کسی نہ کسی طرح کہیں سے لے دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی ضرورت پوری کر ہی دیتے تھے۔

عبداللہ الہوزنی کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میری ملاقات ہوئی میں نے ان سے عرض کیا مجھے بتائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خرچہ کیسے چلتا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ جب سے آپ کو اللہ نے نبوت دی اس وقت سے لے کر آپ کی وفات تک خرچہ کرنے کی خدمت میرے ہی سپرد تھی، (یہ خرچہ ضرورت مندوں سے متعلق تھا جو لوگ باہر

سے آتے یا اور کوئی سائل آپہنچتا تو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لئے مجھے حکم ہوتا تھا) جب کوئی مسلمان آپ کے پاس آتا جس کے پاس کپڑا نہ ہوتا تھا تو آپ مجھے حکم فرماتے تھے، میں قرض لے کر چادر خرید کر اس کو پہنا دیتا تھا۔ (حلیۃ الاولیاء)

اسی انتظام کے سلسلہ میں ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کھجوروں کا ایک ڈھیر جمع ہو گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بلال یہ کیا ہے؟ عرض کیا یہ میں نے آپ کے لئے اور آپ کے مہمانوں کے لئے جمع کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا تم اس سے نہیں ڈرتے کہ (اس کے جمع کرنے کی وجہ سے) تمہیں دوزخ کا دھواں پہنچے پھر فرمایا انفق بلالا ولا تخش من ذی العرش اقلالا۔ (حلیۃ الاولیاء)

(اے بلال خرچ کئے جاؤ اور عرش والے کی طرف سے کم ہو جانے کا خوف مت کرو۔)

ایک مرتبہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی فرمایا: یا بِلَالُ مُتْ فَقِیْرًا وَّلَا تَمُتْ غَنِیًّا۔ (حلیۃ الاولیاء)

(اے بلال تنگدست ہو کر مریو اور غنی ہو کر مت مریو)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک مشرک سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا کہ مجھے وسعت اور ثروت حاصل ہے تم ایسا کرو کہ جب ضرورت درپیش ہو مجھ ہی سے قرض لیا لیا کرو۔ کسی دوسرے سے قرض لینے کی ضرورت نہیں، میں نے کہا اس سے بہتر کیا ہو گا؟

غرض میں نے اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہوتا تو اس سے قرض لے آتا اور ارشاد عالی کی تعمیل کر دیتا۔ ایک مرتبہ وضو کر کے میں اذان پڑھنے کے لئے ہی کھڑا ہوا تھا کہ وہی مشرک چند آدمیوں کے ساتھ آیا اور مجھ سے خطاب کر کے اس نے کہا کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا۔ ختم کے قریب ہے! کہنے لگا کہ چار روز باقی ہیں اگر مہینہ کے ختم تک میرا قرض ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرضہ کے عوض غلام بنالوں گا اور اسی طرح تو بکریاں چراتا پھرے گا جیسا کہ پہلے تھے۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس کی بات سن کر مجھے دن بھر بڑا صدمہ رہا۔ حتیٰ کہ (رات کو تنہائی میں) نماز عشاء کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ یہ ماجرا ہے اور حال یہ ہے کہ نہ آپ کے پاس اس وقت (اس کا قرض، ادا کرنے کا فوری انتظام ہے نہ میں کھڑے کھڑے کوئی انتظام کر سکتا ہوں، (وہ مشرک ذلیل کرے گا اور انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اس کی باتیں سننا ہوں گی اور ذلت برداشت کرنا ہو گی) اس لئے گذارش ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں روپوش ہو جاؤں۔ جب آپ کے پاس کہیں سے کچھ آجائے گا (اور اس کے قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو جائے گا) تو میں حاضر ہو جاؤں گا۔ بارگاہ رسالت میں یہ گذارش کی اور گھر آگیا۔ سفر کے ارادہ سے تلوار لی، ڈھال اٹھائی۔ جوتا لیا اور صبح کا منتظر رہا، یہ طے کر لیا کہ صبح کے قریب کہیں چلا جاؤں گا۔

صبح قریب ہی تھی کہ ایک صاحب دوڑے آئے اور کہا کہ آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلو۔ میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھا کہ چار اونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا ہے بیٹھی ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم کو خوشی کی بات سناؤں؟ اللہ جل شانہ نے تمہارے قرضہ کی بے باقی کا انتظام فرما دیا۔ فدک کے رئیس نے یہ ہدیہ مجھ کو بھیجا ہے۔ یہ اونٹنیاں اور سارا سامان جو ان پر لدا ہوا ہے لے جاؤ اور قرض ادا کر دو۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ جل شانہ کا شکر ادا کیا اور ان اونٹنیوں کو مع ان کے سامان کے خوشی سے لیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک مسجد ہی میں انتظار فرماتے رہے۔ میں نے واپس آکر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول اللہ کا شکر ہے۔ اللہ نے آپ کو سارے قرضہ سے سبکدوش فرما دیا۔ اور اب ذرا سا قرض بھی باقی نہیں رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا اس سامان میں سے کچھ باقی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں کچھ باقی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو بھی تقسیم کر دو تاکہ مجھے راحت ہو۔ میں اس وقت تک گھر میں نہیں جاؤں گا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ وہ تمام دن گذر گیا اور عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا کہ وہ باقی مال تقسیم ہو گیا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کچھ موجود ہے ضرورت مند نہ آئے اس لئے ختم نہ ہو سکا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کو مسجد ہی

میں آرام فرمایا اور گھروں میں تشریف نہ لے گئے۔ دوسرے روز عشاء کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دریافت فرمایا کہ اس مال میں سے کچھ باقی ہے یا سب ختم ہو گیا؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہ نے آپ کو راحت عنایت فرمائی وہ سب ختم ہو گیا یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گھبراہٹ سے گھروں میں تشریف نہ لے گئے کہ کہیں ایسے حال میں دنیا سے روانگی کا وقت آجائے کہ تھوڑا بہت مال اپنی ملک ہو۔

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطلاع دی کہ وہ سب مال ختم ہو گیا تو آپ گھروں میں اندر تشریف لے گئے اور بیویوں سے ملاقات فرمائی۔ (حکایات صحابہ رضی اللہ عنہم)

بھوک برداشت کرنا

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خازن اور مصاحب خاص تھے۔ اسی وجہ سے ان کو بھی آپ کے ساتھ تکلیفوں میں مبتلا رہنا پڑتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلا شبہ میں اللہ کے بارے میں اتنا ڈرایا گیا ہوں کہ کسی کو ایسا نہ ڈرایا جائے گا اور (حقیقۃً) مجھے اللہ کے بارے میں اس قدر ایذا دی گئی ہے کہ کسی کو اس قدر ایذا نہ دی جائے گی اور یہ واقعہ ہے کہ مجھ پر تیس دن رات ایسے گذرے ہیں کہ میرے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھانے کے لئے

جاندار کی خوراک میں سے صرف اتنی چیز تھی جو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بغل میں چھپی ہوئی تھی (ترمذی شریف) یعنی پورا ایک ماہ میں نے اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اتنی سی چیز کھا کر گذارہ کیا جو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بغل میں چھپی ہوئی تھی۔

مصاحبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر باش تھے، سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے تھے۔ تمام جہادوں میں آپ کے ساتھ شریک رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتباع سُنّت میں بہت آگے تھے اور اسی جذبہ کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا اور ہر قول و فعل کو معلوم کرنے اور محفوظ رکھنے کی خاص کوشش کرتے تھے، مگر بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بھی سبقت لے گئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے موجود نہ ہونے پر رنج ہوا اور چونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقعہ پر موجود تھے اس لئے اصل واقعہ سے دریافت کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (فتح مکہ کے دن) حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ شریف کے اندر داخل ہوئے۔ مجھ سے غفلت ہو گئی کہ اس وقت موجود نہ ہونے کی وجہ سے آپ کے ساتھ داخل نہ ہو سکا۔ جیسے ہی مجھے خبر لگی۔ جلدی سے کعبہ شریف کے

دروازہ کی طرف چلا۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے دریافت کیا کہ کعبہ کے اندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی؟

(الحدیث مسند امام احمد حدیث بلال رضی اللہ عنہ)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور اور آپ کے ساتھ فضل بن عباس اور اسامۃ بن زید اور عثمان بن طلحہ اور بلال اللہ تعالیٰ عنہم داخل ہوئے آپ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ کواڑ بند کرلو۔ پھر جتنی دیر اللہ نے چاہا آپ کعبہ شریف کے اندر رہے پھر آپ باہر تشریف لے آئے (مجھے کیفیت معلوم کرنا تھی) سب سے پہلے بلال رضی اللہ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی؟ انہوں نے بتایا کہ یہاں اس جگہ دونوں ستونوں کے درمیان پڑھی۔ (مسند احمد حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت مشکوٰۃ ص۶۷ میں بھی بحوالہ شیخین حذف و اضافہ کے ساتھ مذکور ہے منہ عفا اللہ عنہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے سوال کیا، کیا آپ حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کے موقعہ پر حاضر ہوئے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں! حاضر ہوا ہوں (ایک مرتبہ کا واقعہ یہ ہے کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (نماز) عید کے لئے (مدینہ منورہ سے) باہر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد (لوگوں کے ساتھ) نماز پڑھی، پھر خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو نصیحتیں فرمائیں (اللہ تعالیٰ کے

احکام) یاد دلائے اور ان کو صدقہ کا حکم فرمایا۔ اس کا عورتوں پر یہ اثر ہوا کہ میں نے دیکھا اپنے ہاتھوں سے کانوں اور گلوں کے زیور اتار کر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیتی جارہی ہیں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔ (مشکوۃ عن البخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کے موقع پر حاضر ہوا، آپ نے بغیر اذان اور اقامت کے نماز شروع فرما دی، پھر جب نماز سے فارغ ہوگئے تو (خطبہ دینے کے لئے) بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے برابر کھڑا کر کے اور ان) پر ٹیک لگا کھڑے ہوگئے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد وعظ فرمایا اور خداوند تعالیٰ کے احکام لوگوں کو یاد دلائے اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر ابھارا (اور) اس کے بعد بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ساتھ لئے ہوئے عورتوں کے قریب تشریف لے گئے اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کے حکم فرمایا اور ان کو نصیحتیں فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام یاد دلائے۔ (مشکوۃ عن النسائی)

ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ یہ صبح کا وقت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آج) میں روزہ دار ہوں، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال کا رزق جنت میں محفوظ ہے۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ بلال کیا تم کو معلوم ہے کہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح میں مشغول رہتی ہیں اور اس کے لئے فرشتے استغفار کرتے ہیں جب تک اس کے پاس (کچھ) کھایا جاتا رہے۔

(مشکوٰۃ عن شعب الایمان)

ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھی قسم کی بہترین کھجوریں لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ کہاں سے (آئی) ہیں؟ عرض کیا میرے پاس خراب کھجوریں تھیں میں نے ان خراب کھجوروں کے دو صاع کے بدلے یہ اچھی کھجوریں ایک صاع خرید لی ہیں! یہ سنتے ہی آپ نے ارشاد فرمایا اوف! (یہ تم نے کیا کیا؟) یہ تو سراسر سود ہے۔ ایسا نہ کیا کرو۔ جب ایسا کرنا ہو تو اس کی صورت یہ کرو کہ خراب والی کھجوروں کو (کھجوروں کے علاوہ کسی) دوسری چیز کے بدلے بیچ ڈالو پھر جو چیز تم نے اپنی کھجوروں کی قیمت میں لی ہے اس کو قیمتاً دے کر وہ اچھی والی کھجوریں خرید لو۔ (مشکوٰۃ عن البخاری و مسلم)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ اموال ربویہ میں ایک ہی جنس کی چیز کو آپس میں برابر سرابر کے معاملہ پر بیچنا درست نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا سود ہے۔ اگرچہ ایک طرف وہی چیز ردی ہو اور دوسری طرف اچھی ہو، اگر ایسا کرنا ہو تو اس کی صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (سود سے بچنے کی) یہ ارشاد فرمائی کہ ایک طرف جو جنس ہے اس کو پہلے کسی دوسری چیز کے

بدلے (خواہ روپیہ ہو یا کوئی دوسری چیز) فروخت کر دو۔ پھر ایسا کرو کہ جو چیز تم نے قیمتاً لی ہے اس کے بدلہ اس چیز کو خرید لو جو اپنی فروخت کردہ چیز کی ہم جنس ہے۔ اس ترکیب سے دونوں طرف جنس بدل جائے گی اور سود نہ رہے گا۔ یہ مسئلہ فقہ حنفی کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے اور اس کے ماتحت بہت سی جزئیات درج کی گئی ہیں۔ جن لوگوں کو حدیث کا پتہ نہیں اس قسم کے مسائل کو دیکھ کر فقہ پر اعتراض کر کے اپنی آخرت خراب کرتے ہیں۔ جب مسئلہ حدیث شریف سے لیا گیا ہے تو اعتراض کرنا حدیث پر اعتراض ہے نہ کہ فقہ پر۔

فائدہ: کن کن جنسوں کو آپس میں کم زیادہ کر کے فروخت کرنے پر سود ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل کتب فقہ دیکھو اردو میں بہشتی زیور حصہ پنجم میں مطالعہ کیا جائے۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صدقہ کا ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے گھر سے چلیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچیں تو وہاں ایک انصاری عورت سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بھی اسی ضرورت سے آئی تھی جس ضرورت سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا تشریف لے گئی تھیں (یعنی دونوں کو صدقہ کا مسئلہ معلوم کرنا تھا۔)

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت دلوں پر چھائی ہوئی ہے بیدھڑک مسئلہ دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی تھی (ہم دونوں عورتیں، ابھی باہر ہی کھڑی تھیں اور سوال پہنچانے کی صورت سوچ رہی تھیں کہ) اندر سے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکل آئے۔ ہم نے ان سے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور عرض کرو کہ دروازہ پر دو عورتیں ہیں جو آپ سے سوال کر رہی ہیں کہ کیا ہم اپنے شوہروں پر اور اپنی پرورش میں جو یتیم بچے ہیں ان پر اپنے صدقہ کا مال خرچ کر سکتی ہیں؟ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مت بتانا کہ ہم دونوں کون ہیں؟ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دروازہ پر دو عورتیں یہ مسئلہ معلوم کر رہی ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ دونوں کون کون ہیں؟ عرض کیا انصار کی ایک عورت ہے اور زینب ہے؟ سوال فرمایا کونسی زینب؟ عرض کیا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ! اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ شوہروں پر اور اپنے رشتہ کے یتیموں پر خرچ کرنے سے دوہرا اجر ملے گا ایک اپنوں پر خرچ کرنے کا دوسرا خیرات کرنے کا۔ (مشکوٰۃ شریف کتاب الزکوٰۃ)

”خبر نہ دینا کہ ہم کون ہیں“ اس میں شاید یہ مصلحت ہوگی کہ خرچ کرنا چونکہ خفیہ طریقہ پر بہتر ہے اس لئے پتہ نہ چلے تو اخلاص سے زیادہ قریب اور ریاکاری کے احتمال سے زیادہ بعید ہوگا۔ چونکہ حضرت بلال رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے ذہن میں ان کی فرمائش کی مصلحت زیادہ اہمیت سے نہ آئی تھی اور انہوں نے خبر نہ دینے کا وعدہ بھی نہ فرمایا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سوال فرمایا کہ سوال کرنے والی کون ہیں تو بتا دیا۔

سکونت شام

اسد الغابہ میں ہے کہ جب آنحضرت فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی (اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنا دیئے گئے) تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! بلاشبہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مؤمن کے اعمال میں سب سے افضل جہاد فی سبیل اللہ ہے اور میں نے اب ارادہ کیا ہے کہ موت آنے تک پوری زندگی جہاد میں گذار دوں۔ یہ سن کر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تم کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں اور میرا حق اور جو قابل لحاظ مرتبہ ہے اس کا واسطہ دیتا ہوں (کہ تم میرے جیتے جی یہیں قیام کرو اور اذان دو) کیونکہ میں بوڑھا ہوچکا ہوں اور میرا وقت بھی قریب آچکا ہے (یہ سن کر) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ ہی میں قیام پذیر ہوگئے۔

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ہوگئی (اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوگئے) تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان

کے پاس آئے اور وہی بات کہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی تھی (کہ میں اب باقی زندگی جہاد میں گذارنا چاہتا ہوں) ان کی بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طرح جواب دیا جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا ان کو روکنا چاہا لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ راضی نہ ہوئے اور مزید قیام کرنے سے انکار فرما دیا اور بارگاہ خلافت میں عرض کیا کہ میں آنحضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اذان دیتا رہا پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں اذان دیتا رہا (اور ان کے روکنے سے رک گیا) یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی اور ان کی بات اس لئے ماننا پڑی کہ وہ میرے محسن خاص تھے میں نے رسول اکرم فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے (اب جہاد میں زندگی گذارنا چاہتا ہوں) ناچار حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دیدی اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ہمیشہ کے لئے) مجاہد ہو کر شام چلے گئے، اپنے زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تشریف لے گئے تو ان کی موجودگی میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان پڑھی۔ راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دن (زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے) اس قدر روئے کہ اس جیسا کسی دن بھی ان کو روتا ہوا ہم نے نہیں دیکھا)

استیعاب میں لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے

بعد جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام جانے سے روکنا چاہا تو انہوں نے عرض کیا اگر آپ نے مجھے اپنے لئے آزاد کیا ہے تو روک لیجئے اور اگر اللہ کے لئے آزاد کیا ہے تو چھوڑ دیجئے۔ میں اللہ کی طرف (یعنی اس کے دین کے لئے جہاد کرنے) جاتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ چنانچہ وہ چلے گئے اور تاحیات شام ہی میں رہے۔

الحاصل اس میں سیرت لکھنے والوں کا اختلاف ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی شام چلے گئے تھے یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرمائش پر ان کی مدت خلافت گذار کر تشریف لے گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

شادی

شام کے زمانۂ قیام میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی کی تھی۔ جس کا تذکرہ اصابہ میں حافظ بن حجرؒ نے اس طرح لکھا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دینی بھائی ابورویحہ خشعمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبیلہ بنی خولان میں پہنچے اور ان لوگوں سے کہا کہ ہم دونوں اپنے نکاح کا پیغام دینے آئے ہیں ہم کافر تھے اللہ جل شانہٗ نے ہم کو ہدایت دی تھی اور اسلام سے نوازا۔ ہم غلام تھے اللہ تعالیٰ نے ہم کو آزادی کی دولت بخشی۔ ہم تنگدست تھے ہم کو اللہ رب العزت نے مال نصیب فرمایا اگر تم لوگ ہم

سے نکاح کر دو تو الحمد للہ اور اگر ہمارا پیغام رد کر دو تو لا حول و لا قوۃ الا باللہ قبیلہ بنی خولان کے لوگوں نے دونوں کا نکاح کر دیا۔

(الاصابہ ذکر رویحہ)

شادی کا ذکر تو ملا لیکن اولاد ہونے کا پتہ نہ چلا۔ صاحب اسد الغابہ نے یہ ضرور لکھا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موت کے وقت کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

شام سے ایک بار مدینہ میں آنا

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام میں قیام پذیر ہو گئے تھے اور اس کو کافی عرصہ گذر چکا تھا کہ ایک روز خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوا کہ اے بلال یہ کیا بے وفائی ہے (مدینہ نہیں آتے ہو) کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ہمارے پاس آؤ، خواب کے بعد رنج کی حالت میں بیدار ہوئے اور سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی راہ لی اور مدینہ منورہ پہنچ کر صاحب مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر رونا شروع کر دیا، اتنے میں آل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم و چراغ حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پہنچ گئے۔ ان کو دیکھ کر چومنے اور پیار کرنے لگے۔ دونوں نے فرمائش کی کہ فجر کی اذان دیں جب انہوں نے اذان دی تو مدینہ منورہ میں زلزلہ کی کیفیت محسوس ہونے لگی اور (حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سن کے

حاضرین مدینہ کو زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یاد آگیا جس کی وجہ سے) رونے والے ایسے روئے کہ کسی دن مرد و عورت اس قدر روتے نہیں دیکھے گئے، یہ واقعہ اسد الغابہ میں لکھا ہے۔ لیکن ملا علی قاریؒ نے موضوعات کبیر (ص۱۵۱ مطبوعہ کراچی) میں اس کو موضوع (یعنی بنایا ہوا) قصہ بتایا ہے۔ صاحب آثار السنن نے جلد ثانی کے بالکل ختم پر اس قصہ کو نقل فرمایا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سن کر لوگوں نے کہا کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ تشریف لے آئے۔ اور یہ بھی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں کسی دن اس قدر رونے والے مرد و عورت نہیں دیکھے جس قدر اس روز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سن کر روئے۔ صاحب آثار السنن نے اس قصہ کو ابن عساکر اور السبکی سے نقل کیا ہے اور تقی الدین السبکی کا قول نقل کیا ہے اس کی سند جید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وفات

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۲۰ھ میں دمشق میں ہوئی اور وہیں باب صغیر کے پاس مقبرہ میں دفن ہوئے اس وقت ان کی عمر مبارک ۶۳ سال کی تھی۔ اس حساب سے بعثت نبوی کے وقت ان کی عمر ۳۰ سال ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے پورے ۳۳ سال اسلام کی خدمت میں گذارے۔ اسلام کے لئے مار بھی کھائی جہاد غزوات میں بھی برابر

شریک رہے بھوک بھی برداشت کی۔ نہ صرف مؤذن بلکہ سید المؤذنین کے عہدہ علیا پر فائز ہوئے۔ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کے ذمہ دار رہے۔

رضی اللّٰه تعالیٰ عنهٗ وارضاه وفی سنة وفاته ومقام وفاته اقوال اخر ذکرت فی کتب اسماء الرجال واللّٰه تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب وصلی اللّٰه تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا وسندنا محمد وآله وصحبه اجمعین والحمد للّٰه تعالیٰ علی تمامه وحسن ختامه

(تمت وبالخیر عمت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ

"حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح لکھنے کے بعد خیال آیا کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے مؤذن یعنی حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات بھی لکھوں چنانچہ تفسیر وحدیث کی مستند کتابوں سے اخذ کرکے یہ چند صفحات لکھے ہیں جو قارئین کی نظر کے سامنے ہیں۔" .... محمد عاشق الٰہی عفی عنہ

* * *

حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے درجہ کے صحابی ہیں، آپ سابقین اولین میں سے ہیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ماموں زاد بھائی ہیں، نام عبداللہ تھا اور بعض علماء نے عمرو بتایا ہے، ایک قول یہ ہے کہ ان کا نام حسین تھا آپ نسلاً قریشی تھی اور مکہ معظمہ کے رہنے والے تھے، آپ کا شمار مہاجرین اولین میں ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے ہی مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ والد کا نام میں بھی علماء سیر کا اختلاف ہے کسی نے قیس بن زائد بتایا ہے اور کسی نے عمرو اور کسی نے شریح بن مالک لکھا ہے۔

اُمّ مکتوم ان کی والدہ تھیں جن کا نام عاتکہ تھا۔ (زمخشری نے کشاف میں اُمّ مکتوم کو ان کی دادی بتایا ہے اور تفسیر مدراک میں بھی ایسا ہی لکھا ہے مگر صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ وغلط الزمخشری فی جعلھا فی الکشاف جذتہ)

مکتوم کا معنی ہے "چھپا ہوا" چونکہ حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایک قول کے مطابق) نابینا پیدا ہوئے تھے اس لئے ان کی والدہ کو اُمّ مکتوم کہا جانے لگا یعنی ایسے لڑکے کی ماں جس کی آنکھیں چھپائی ہوئی ہیں (یعنی بینائی کے اعتبار سے بند ہیں) اور بہت سے علماء نے فرمایا ہے کہ پیدائشی نابینا نہ تھے بلکہ پہلے بینا تھے بعد میں بینائی جاتی رہی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ والمعروف انہ عمی بعد بدر بسنتین۔ یعنی علمائے سیر میں یہی معروف و مشہور ہے کہ غزوۂ بدر کے دو سال بعد وہ نابینا ہوئے تھے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابن مکتوم کا ذکر سورۂ عبس میں موجود ہے اور وہ مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ لہٰذا بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بعد نابینا ہوئے ہوں گے۔ راوی نے "بعد البعثۃ" کی جگہ "بعد بدر" نقل کردیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (من اوجز المسالک)

خدمت اذان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین میں حضرت ابن اُمّ مکتوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شمار کئے جاتے ہیں۔ حضرت بلال اور ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں مسجد نبوی کے مؤذن تھے۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ رضی اللہ تعالہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ بلال کی اذان تم میں سے کسی کو سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ ایسے وقت میں اذان دیتے ہیں جب کہ رات باقی ہوتی ہے اور ان کی ذان اس لئے ہوتی ہے کہ جو تہجد کی نماز میں مشغول ہو اس کو (سحری کھانے کے لئے یا نماز فجر کے واسطے ذراستانے کے لئے لیٹنے بیٹھنے کی جگہ) واپس کردیں اور تاکہ سونے والے کو جگادیں۔ بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک بلال رات میں اذان دیتے ہیں لہٰذا تم ان کی اذان سن کر کھاتے پیتے رہو (یعنی سحری ختم نہ کرو) یہاں تک کہ ابن اُمّ مکتوم اذان دینا شروع کردیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن اُمّ مکتوم نابینا تھے۔ جب تک ان سے یہ نہ کہا جاتا کہ صبح ہوگئی ہے اس وقت تک اذان نہ دیتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اس بات کے لئے مقرر تھا کہ صبح ہوتے ہی حضرت ابن اُمّ مکتوم کو خبر کر دیتا، فتح الباری میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (گو نابینا تھے مگر) طلوع فجر کی ان کو ایسی پہچان تھی کہ ان سے خطا نہ ہوتی تھی (جہاں فجر نمودار ہوئی فوراً اذان دیدی)

امام طحاویؒ کا فرمانا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سحری کی اطلاع کے لئے یا تہجد گذار کو قرب صبح کی اطلاع دینے کے لئے ہوتی تھی

اور حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان نماز فجر کے لئے تھی، محدّث ابن القطانؒ نے فرمایا کہ یہ دو اذانیں صرف رمضان میں ہوتی تھیں، اس حدیث سے سحری کے وقت اذان دینے کا پتہ چلا مگر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ ہی سے اس پر عمل متروک ہوگیا تھا۔ چونکہ خلفشار کا اندیشہ ہے کہ لوگ اذان فجر سمجھ کر سحری سے محروم رہ جائیں گے) اس لئے آج کل نہیں پڑھی جاتی ہے طحاوی شریف میں حضرت علقمہ (تابعی) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو طلوع فجر سے قبل اذان دیتے سنا تو فرمایا کہ خبردار اس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ کی مخالفت کی۔

سورۂ عبس کا نزول اور حضرت ابن امکتوم رضی اللہ عنہ کا اعزاز

صاحب روح المعانی سورۂ عبس کا شان نزول لکھتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم قریش مکہ کے بڑے بڑے سرداروں کو دعوت اسلام دے رہے تھے جن میں ابوجہل اور عتبہ اور شیبہ اور امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ تھے۔ ان لوگوں کے مسلمان ہوجانے سے امید تھی کہ دوسرے لوگ بھی ان کی دیکھا دیکھی اسلام قبول کریں گے اسی وقت حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے پڑھایئے اور اللہ تعالیٰ نے جو علوم آپ کو دیئے ہیں ان میں سے مجھے سکھایئے اور یہ بات ایک ہی دفعہ کہہ کر

خاموش نہیں ہوگئے بلکہ بار بار کہتے رہے اور چونکہ نابینا تھے اس لئے ان کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حاضرین کو دعوت دینے میں مشغول ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی یہ قطع کلامی ناگوار ہوئی جس کا اثر آپ کے چہرۂ انور پر ظاہر ہوگیا اور آپ نے ان کی طرف سے اعراض فرمایا اور جن لوگوں کو دعوت میں مشغول تھے ان ہی میں مشغول رہے اور آپ کی دلی خواہش یہ ہوئی کہ ابن اُمّ مکتوم اس وقت سوال نہ کرتے تو اچھا تھا۔ اس پر آیات ذیل ہوئیں۔

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى وَهُوَ يَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ط فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ط﴾

”پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرہ پر (ناگواری کے باعث) شکن پڑگئی، اور رخ موڑ لیا اس بات سے کہ ان کے پاس نابینا آیا اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا وہ نصیحت قبول کرتا تو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا لیکن جو شخص بے پروائی کرتا ہے تو آپ اس کی فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر اس کا کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے

اور (خدائے پاک سے ڈرتا ہے آپ اس سے بے توجہی برتے ہیں ہرگز ایسا نہ کیجئے، بیشک قرآن نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرے۔"

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اعزاز واکرام کا خاص دھیان فرماتے تھے اور ان کے حاضر ہونے پر فرمایا کرتے تھے کہ مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِي فِيهِ رَبِّيْ۔ (یعنی اس شخص کے لئے خوش آمدید ہے جس کے بارے میں مجھے میرے رب نے عتاب فرمایا) اور ان سے یہ بھی دریافت فرمایا کرتے تھے کہ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ (یعنی کیا تمہیں مجھ سے کچھ کام ہے)

خلافت اور امامت

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی ان کا اکرام فرمایا کہ جب آپ جہاد وغیرہ کے لئے تشریف لے جاتے تو ان کو مدینہ منورہ میں اپنا خلیفہ بنا جاتے تھے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے امور آپ کی واپسی تک آپ سے متعلق ہو جاتے تھے اور اس زمانہ میں مسجد نبوی کے امام بھی وہی ہوتے تھے اسماء الرجال کی کتابوں میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳ مرتبہ ان کو خلیفہ بنا کر اپنے پیچھے مدینہ منورہ میں چھوڑ گئے۔

شوق جہاد اور شہادت

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کاتب وحی) کا بیان ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (سورۂ نساء کی) یہ آیت اس طرح املا کرائی لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (یعنی جہاد میں شرکت نہ کرکے (گھروں میں) بیٹھ جانے والے مؤمنین اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں) ابھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت شریف کا املا کرا ہی رہے تھے کہ ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں جہاد کرسکتا تو ضرور آتا (چونکہ) وہ نابینا تھے (اس لئے انہوں نے یہ بات کہی) ان کے اس کہنے پر اسی وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی اور آیت بالا میں لفظ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ کا اضافہ فرمایا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب یہ وحی نازل ہوئی ہے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ران میری ران پر تھی وحی کے بوجھ سے مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری ران کچلی جارہی ہے اس کے بعد وہ کیفیت جاتی رہی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول وحی کے وقت طاری ہوا کرتی تھی۔ (ترمذی شریف کتاب التفسیر)

لفظ غیر اولی الضرر کے نزول کے بعد اب پوری آیت اور اس کا ترجمہ اس طرح ہوا۔

﴿لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ﴾

"وہ مسلمان جو بلا عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اپنے

مالوں سے اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں برابر نہیں ہوں گے۔"

جو لوگ معذوری کی وجہ سے شریک جہاد نہیں ہو سکتے مگر ان کے دلوں میں عزم کامل ہے اور شوق جہاد بھرپور ہے تو ایسے حضرات اپنی سچی نیت اور تڑپ کے باعث جہاد کرنے والوں ہی کی برابر ہیں ہاں غیر معذورین کو شریک جہاد ہو کر مجاہدین کی برابری کا فکر کرنا چاہئے۔ چونکہ ہر موقع پر جہاد فرض عین نہیں ہے اس لئے ہر غزوہ میں اگر بعض نہ جائیں گے تو گنہگار تو نہ ہوں گے لیکن جہاد کرنے کے جو فضائل موجود ہیں جہاد کرنے ہی سے ملیں گے۔

حضرت ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گو نابینا ہونے کی وجہ سے شرکت جہاد سے معذور رہتے مگر شوق جہاد ان کو کشاں کشاں قادسیہ کی جنگ کے میدان میں لے گیا اور اسی موقعہ پر جام شہادت نوش فرمایا یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے جنگ قادسیہ میں ان کو اس حال میں دیکھا کہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے اور ہاتھ میں سیاہ جھنڈا لئے ہوئے تھے (بینائی نہ ہونے کے باعث چونکہ شمشیر زنی سے عاجز تھے اس لئے جھنڈا سنبھالنے ہی کی خدمت اپنے ذمہ لے لی) ایک قول یہ بھی ہے کہ فتح قادسیہ کے بعد مدینہ منورہ واپس آکر وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ۔